

خطبات حرم

دوسرا خطبہ

حمد و ثنا کے بعد :

برادران اسلام۔ ہر عبادت کا ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن۔ ظاہر سے مراد وہ عملی شکل ہے جو کسی عبادت کو ادا کرنے کے لیے مقرر کی گئی ہے۔ اور باطن سے مراد وہ معنی ہیں جو اس عملی شکل میں مضمر ہوتے ہیں اور جن کے اظہار کی خاطر عمل کی وہ خاص شکل مقرر کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر نماز کا ظاہر یہ ہے کہ آدمی قبلہ رخ کھڑا ہو، رکوع کرے، سجدہ کرے، بیٹھے، اور ان ظاہری افعال سے نماز کی جو شکل قائم کی جاتی ہے اُس سے مقصود دراصل اس معنی کا اظہار ہے کہ بندہ اپنے رب کے حضور بندگی کا اعتراف کرنے کے لیے حاضر ہوتا ہے، اس کے مقابلے میں اپنی انانیت سے دست بردار ہو رہا ہے، اس کی بڑائی اور اپنی عاجزی تسلیم کر رہا ہے، اور اس کے آگے اپنے وہ معروضات پیش کر رہا ہے جو اس کی زبان سے ادا ہو رہے ہیں۔ اب دیکھیے جو شخص نماز کی ظاہری شکل کو ٹھیک ٹھیک احکام و ہدایات کے مطابق قائم کر دے وہ بلاشبہ اولیٰ نماز کی قانونی شرائط پوری کر دیتا ہے۔ اس کے متعلق آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے نماز نہیں پڑھی، یا اس کے ذمہ فرض باقی رہ گیا۔ لیکن آپ غور کریں گے تو خود محسوس کریں گے کہ نماز کا پورا پورا فائدہ وہی شخص اٹھا سکتا ہے جو نماز کے اعمال میں سے ہر عمل کرتے وقت اُس کی سوج کو بھی نگاہ میں رکھے، اور نماز کے اذکار میں سے ہر ذکر کو زبان سے ادا کرتے ہوئے اس کے معنی کی طرف بھی متوجہ رہے۔

ایسا ہی معاملہ حج کا ہے۔ اس کو ادا کرنے کا جو طریقہ مقرر کیا گیا ہے اُس پر آپ خواہ سمجھ کر عمل کریں یا بے سمجھے بوجھے، بہر حال جب آپ شارع کے مقرر کردہ مناسک ادا کر دیں گے تو حج ادا ہو جائے گا، اور فرض سے یقیناً آپ سبک دوش ہو جائیں گے لیکن حج کی اس ظاہری شکل کے بہرہ جزی میں جو معنی پوشیدہ ہیں ان کو بھی اگر آپ اچھی طرح سمجھ لیں اور حج کے اعمال انجام دیتے وقت ہر عمل کی غرض و غایت کی طرف بھی متوجہ ہوں تو اس سے مقصد حج کی تکمیل ہو جائے گی اور آپ حج کے فوائد سے پوری طرح متمتع ہونگے۔ اسی غرض کے لیے آج میں آپ کے سامنے حج کے اعمال میں سے ایک ایک عمل کے معنی سیدھے سادھے اور مختصر طریقے سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔

احرام | اعمال حج میں سب سے پہلا عمل احرام ہے۔ باہر سے آنے والا کوئی حاجی میتقات سے اُس وقت تک نہیں گزیر سکتا جب تک وہ اپنا لباس اتار کر احرام نہ باندھ لے اور اسی طرح مکہ معظمہ سے حج کی نیت کرنے والے کو بھی سب سے پہلے لباس تبدیل کر کے احرام باندھنا ہوتا ہے۔ یہ ایک انتہائی فقیرانہ لباس ہے جس میں آدمی بس ایک تہمد باندھ لیتا ہے، ایک چادر کندھوں پر ڈال لیتا ہے، اور سر تنگ رکھتا ہے۔ یہ اس عمل کی ظاہری صورت ہے۔ مگر غور سے دیکھیے کہ اس ذرا سے فعل میں کتنے گہرے معنی پوشیدہ ہیں۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ حج شروع کرنے سے پہلے ہمارے وہ سارے لفافے اُتروا دینا چاہتا ہے جو ہم نے اپنے اوپر ڈال رکھے ہیں، جن کے اندر ہم میں سے ہر ایک نے اپنے آپ کو اپنی اصل حقیقت سے کچھ نہ کچھ زائد بنا رکھا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تم بندے ہو اور بندے سے بڑھ کر کچھ نہیں ہو۔ لہذا میرے دربار میں حاضر ہونا چاہتے ہو تو صرف بندے بن کر آؤ۔ تم کہیں کے بادشاہ یا صدر مملکت ہو تو بیٹھا کرو۔ کوئی جنرل ہو، وزیر ہو، رئیس ہو، یا جو کچھ بھی ہو، ہوتے رہو۔ میرے حضور میں تمہیں اپنی یہ ساری حیثیتیں ختم کر کے صرف ایک بندے کی حیثیت سے آنا ہوگا۔ اس طرح احرام کا یہ لباس ہر انسان کو بندگی کے مقام پر لا کر کھڑا کر دیتا ہے، اُس کی ہر شان امتیاز مٹا دیتا ہے، اور ایک بڑے سے بڑے شخص کو بھی ایک ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کی سطح پر لے آتا

ہے۔ آپ حالت احرام میں حاجیوں کے کسی مجمع پر نگاہ ڈال کر دیکھیں تو آپ کو کسی طرح یہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ ان میں کون ادنیٰ اور کون نیچا ہے، کون امیر اور کون غریب ہے، کون حاکم اور کون محکوم ہے۔ اللہ کے دربار میں سب ایک ہی طرح کے فقیر نظر آئیں گے۔

ادنیٰ بڑے بڑے کرنے کے ساتھ یہ احرام مسلمانوں کے درمیان تمام قومی، نسلی اور وطنی امتیازات بھی ختم کر دیتا ہے۔ اسلام کے ماننے والے دنیا کے ہر حصے سے چل کر آتے ہیں، مشرق، مغرب، شمال، جنوب، ہر طرف سے ملک، ملک کے لوگ طرح طرح کے لباس پہنے ہوئے اپنے گھروں سے چلتے ہیں۔ مگر جو نہی کہ وہ مرکز اسلام سے ایک خاص فاصلے پر پہنچتے ہیں، ان کو دیکھا ایک میتقات کی سرحد پر روک کر ان کے تمام قومی لباس اتروا دیئے جاتے ہیں اور سب کو ایک ہی طرح کا لباس پہنا دیا جاتا ہے تاکہ خداوند عالم کے دربار میں جب وہ حاضر ہوں تو انسان اور مسلمان کے مود اور کچھ نہ ہوں۔ مسلمانوں کے اندر رقت واحدہ ہونے کا احساس پیدا کرنے کی اس سے زیادہ کارگر تدبیر شاید ہی کوئی دوسری ہو سکے۔ آپ کے سامنے لاکھوں حاجیوں کا ایک سیل رواں ہوتا ہے جس میں سینکڑوں قومیتوں کے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ گزر رہے ہوتے ہیں۔ مگر یہ احرام کی برکت ہے کہ ہر دیکھنے والی نگاہ ان کو ایک ملت اور ایک ہی قوم کی حیثیت سے دیکھتی ہے اور ان کے سارے وطنی و نسلی امتیازات دب کر رہ جاتے ہیں۔

پھر یہ احرام آدمی کو حیوانیت سے دور اور ملائکہ کے مقام سے قریب کر دیتا ہے۔ اس حالت میں وہ کوئی جُونِ مک نہیں مار سکتا۔ کوئی بالِ مک نہیں اکھاڑ سکتا۔ کسی جانور کا شکار خود کرنا تو درکنار دوسرے کو کسی قسم کی مدد بھی شکار میں نہیں دے سکتا۔ اپنے جسم کی زینت و آرائش بھی اس کے لیے جائز نہیں رہتی۔ اس کی اپنی بیوی بھی اس کے لیے حرام ہو جاتی ہے جو عام حالات میں اس کے لیے حلال ہے، حتیٰ کہ وہ اس کی طرف کسی شہوانی میلان تک کا اظہار نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے فحش گوئی، بدکلامی لڑائی جھگڑا، سب کچھ ممنوع ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے خادم کو بھی ڈانٹنے کا مجاز نہیں رہتا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ احرام باندھتے ہی آدمی اللہ کا فقیر بن گیا اور اس نے تمام خواہشاتِ نفس کو تیاگ دیا۔

اب دنیا کی ہر چیز کو اس کی طرف سے امن و سلامتی کا پیغام ہے۔ اب کسی کو اس سے ضرر کا اندیشہ نہیں۔ اب وہ کسی کے لیے بھی جبار و قہار اور ظالم نہیں رہا۔ اب وہ دنیا کی لذتوں سے کنارہ کش ہونے اور کبریا کی کامر شائستہ اپنے نفس سے نکال دینے کے بعد میں ایک بندہ عاجز ہے جو اپنے خدا کے حضور اپنی نیاز مندی پیش کرنے کے لیے جا رہا ہے۔

حضرات یہ ہے احرام کی اصل روح۔ آپ جب غسل یا وضو کے احرام باندھتے ہیں اور ان قواعد کی پابندی کرتے ہیں جو حالت احرام کے لیے مقرر کیے گئے ہیں، تو اس سے عمل کی صورت ظاہری شکل قائم ہوتی ہے۔ یہ شکل بدلتے ہوئے اگر آپ کا ذہن اس تصور سے خالی ہو کہ یہ شکل آپ کے کیوں بنائی ہے تو یہ گویا ایک جسم ہوگا جس میں جان نہ ہو۔ جان اس میں اسی وقت پڑے گی جب آپ پورے شعور اور ارادے کے ساتھ اپنے اندر وہ باطنی کیفیات بھی پیدا کر لیں جو درحقیقت احرام سے مقصود ہیں۔ قانون کی نگاہ میں تو ہر شخص محرم ہے جس نے احرام کی پابندیوں میں سے کسی کو نہ توڑا ہو۔ مگر خدا کی نگاہ میں اصل محرم وہی ہے جو احرام باندھنے ہی فی الواقع ایک نفیر اور ایک بندہ عاجز بن کر رہ گیا ہو، جس نے اپنے دماغ سے کبریا کی ہوائ نکال دی ہو، جس نے قوی و نسلی تعصبات کو بھی اپنے ذہن سے نکال باہر کیا ہو، جو خلق خدا کے لیے سراپا رحم اور خیر مجتہم بن گیا ہو، اور جس نے حیات دنیا کی زینتوں سے منہ موڑ کر کم از کم یہ چند دن تو صرف اپنے رب سے ٹوٹنے کے لیے خاص کر لیے ہوں۔

تلبیہ | احرام باندھنے کے بعد آپ تلبیہ شروع کر دیتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں :

لَبَّيْكَ، اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَةَ لَكَ وَ الْمُلْكُ، لَا شَرِيْكَ لَكَ۔

”میں حاضر ہوں، میرے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک

نہیں، میں حاضر ہوں، یقیناً ساری تعریف تیرے ہی لیے ہے، سارے احسانات

تیرے ہی ہیں، بادشاہی سراسر تیری ہے، تیرا کوئی شریک نہیں“

ان الفاظ پر غور کیجیے۔ ان کے اندر خود یہ معنی پوشیدہ ہیں کہ غلام کو اس کے آقا نے طلب کیا ہے اور غلام اس کے جواب میں بتیک بتیک کہتا ہوا اور اپنے مالک کی تعریف کے گن گاتا ہوا دوڑا چلا جا رہا ہے۔ بیت اللہ کی طرف طلبی ہوتی، اس نے عرض کیا میں حاضر۔ عرفات بلایا گیا، اس نے کہا میں حاضر۔ مزدلفہ طلب کیا گیا، اس نے کہا میں حاضر۔ منیٰ طلب کیا گیا، اس نے کہا میں حاضر اس ساری دوڑ دھوپ کے دوران میں یہ الفاظ آپ زبان سے کہتے رہیں تو قانون کا تقاضا پورا ہو جائیگا مگر اس تلبیہ کی اصل روح یہ ہے کہ ان الفاظ کو زبان سے ادا کرتے ہوئے آپ اپنے دل کی گہرائیوں میں فی الواقع یہ محسوس کریں کہ آپ اللہ کے بندے اور غلام ہیں، اس کی طرف سے آپ کی طلبی ہوتی ہے، اور جہاں جہاں حاضر ہونے کے لیے طلبی ہوتی جا رہی ہے وہاں آپ بتیک بتیک کہتے ہوئے دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ اس بتیک میں ایک نشہ ہے جو لازماً ہر اس بندہ حق پر طاری ہو جائے گا جسے یہ احساس ہو کہ خداوندِ عالم کی طرف سے اس جیسی ناچیز مہستی کی طلبی ہو رہی ہے۔

یہ نصیب؟ اللہ اکبر، لوٹنے کی جاتے ہے

حرم کی حاضری | باہر سے آنے والے ہر حاجی کی فطری خواہش یہ ہوتی ہے، اور یہی اسی کو کرنا بھی چاہیے کہ مکہ معظمہ پہنچنے کے بعد جدی سے جدی حرم میں حاضر ہو۔ پھر جب وہ حرم میں داخل ہوتا ہے اور بیت اللہ پر اس کی نظر پڑتی ہے تو اس کے دل پر ایک ہیبت طاری ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے جلال کا کرشمہ ہے، اور اس کا دل بے اختیار خائے کعبہ کی طرف کھینچا ہے جو اللہ جل شانہ کی محبت کا فطری تقاضا ہے۔ اس موقع پر اسے دل اور زبان سے اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہنا چاہیے اور پورے شعور کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرنی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ زِدْ هَذَا الْبَيْتَ عَظِيْمًا وَتَشْرِيفًا وَتَكْرِيْمًا وَمَعَايَا وَبَرًّا

”خدا یا، اس گھر کو زیادہ سے زیادہ عظمت و شرف اور بزرگی اور دبدبہ عطا فرما،

اور اسے زیادہ سے زیادہ نیکیوں کا مرکز بنا دے۔
 اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ، وَمِنْكَ السَّلَامُ، فَحَيِّنَا رَيْنًا بِالسَّلَامِ
 ”ہدایا تو خود پر عیب و نقص سے پاک ہے، اور عیوب و آفات سے سلامتی حرم کو
 بھی نصیب ہوتی ہے تیری ہی طرف سے نصیب ہوتی ہے، لہذا اسے پروردگار بھی
 جہم و روح کی سلامتی کے ساتھ جینے کی توفیق عطا فرما۔“

ضروری نہیں ہے کہ یہ دعائیں آپ عربی زبان ہی میں مانگیں۔ اصل چیز ان الفاظ کو زبان سے ادا
 کرنا نہیں ہے، بلکہ اُس مضمون کی دعا اللہ سے مانگنا ہے جو ان فقرہوں میں بیان کیا گیا ہے۔ آپ کو
 عربی الفاظ یاد کرنے اور پڑھنے میں دقت ہو تو آپ اسی مضمون کی دعا اپنی زبان میں بھی مانگ سکتے ہیں۔
طواف | حرم میں پہنچنے کے بعد ہر حاجی کو طواف کرنا ہوتا ہے۔ اگر احرام باندھتے وقت اس نے تمتع
 یا قرآن کی نیت کی ہو تو وہ عمرے کا طواف کرتا ہے، اور اگر افراد یعنی صرف حج، کی نیت کی ہو
 تو طواف قدم کرتا ہے۔ پھر یوم النحر کو اسے طوافِ افاضہ اور مکہ چھوڑتے وقت طوافِ وِلاع
 بھی کرنا ہوتا ہے۔ اور ان ضروری طوافوں کے علاوہ بھی یہ ایک ایسی فعلی عبادت ہے جس کا موقع
 باہر سے آنے والوں کو عرف زمانہ قیام مکہ ہی میں نصیب ہو سکتا ہے، اس لیے اس موقع سے
 نیت بھی فائدہ اٹھایا جاسکے اٹھانا چاہیے۔

یہ طواف کیا ہے؟ یہ انسان کے اس فطری جذبے کا اظہار ہے کہ جس ہستی کو وہ اپنا
 منعم و محسن سمجھتا ہے اور اپنا معبود مانتا ہے اس پر اپنے آپ کو فدا کرے، اس کے گرد
 گھومے اور صدقے اور قربان ہو۔ اللہ تعالیٰ بذاتِ خود اس سے بالاتر ہے کہ ہم اُسے پاسکیں
 اور اس کے گرد گھوم سکیں۔ اُس نے ہمارے اس جذبے کی تسکین کے لیے اس خانہ کعبہ کو اپنا گھر
 قرار دیا ہے اور ہمیں ہدایت کی ہے کہ مجھ پر فدا ہونے کی جو خواہش تمہارے دل میں ہے اسے
 میرے اس گھر کا طواف کر کے پورا کر لو۔ پس جب آپ اس گھر کا طواف کریں تو عشق کے جذبے
 سے سرشار ہو کر اس طرح طواف کیجیے جیسے ایک عاشق اپنے محبوب حقیقی کے صدقے ہو رہا ہے۔

نیت یہ ہے کہ آدمی اللہ کے احرام کو لے اور پھر حج کا وقت آنے پر اسے احرام باندھے۔ اور قرآن یہ ہے کہ آدمی
 ایک ہی احرام میں عمرہ اور حج دونوں کرے۔

ہر طواف کی ابتدا حجرِ اسود کے بوسے یا استلام سے ہوتی ہے۔ یہ درحقیقت ایک پتھر کا بوسہ نہیں ہے بلکہ محبوب کے سنگِ استیاں کا بوسہ ہے۔

اسی طرح طواف اور مقامِ ابراہیم کی دو رکعتوں سے فارغ ہونے کے بعد مُتَنَزِّم سے چٹ کر جو دعائیں مانگی جاتی ہیں وہ بھی یہی سمجھتے ہوتے مانگنی چاہئیں کہ یہ ہمارے مالک کے گھر کی چوکھٹ ہے۔ مالک خود تو اس سے بالاتر ہے کہ ہم اس کا دامن تھام سکیں۔ ہماری نارسائی پر ترس کھا کر اُس نے یہ گھر ہمارے لیے بنا دیا ہے تاکہ اُس کے دامن سے لپٹ کر اپنی آرزوئیں پیش کرنے کی جوتنا ہمارے دل میں ہے اُسے ہم اُس کے گھر کی چوکھٹ سے لپٹ کر پورا کر لیں۔

طواف کے دوران میں پڑھنے کے لیے جوں جی چوڑی دعائیں بعض لوگوں نے لکھی ہیں، ان کا یاد کرنا اور پڑھنا کچھ ضروری نہیں ہے۔ اور یہ طریقہ تو بالکل ہی فضول ہے کہ ایک معلم آگے آگے دعا پڑھتا جا رہا ہے اور حاجیوں کی ایک ٹولی کی ٹولی اس کی غلط سَلَطِ نقل اتارتی جا رہی ہے۔ طواف کے لیے ان دعاؤں کو شریعت نے ہرگز لازم نہیں کیا ہے، اور نہ اس بے معنی طریقے سے ان کو ادا کرنے کا کوئی فائدہ ہے۔ بس یہ کافی ہے کہ آپ طواف شروع کرتے وقت حجرِ اسود کے سامنے کھڑے ہو کر نماز کی طرح ہاتھ اٹھائیں اور بِسْمِ اللّٰهِ اَکْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَرَبِّہُ الْحَمْدُ کہہ کر طواف شروع کر دیں، پھر دورانِ طواف میں اللہ کا ذکر کرتے چلے جائیں اور اس سے دعا مانگتے جائیں۔ ذکر کے لیے سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کے الفاظ کافی ہیں کسی اور چیز کی حاجت نہیں۔ دُعا جو کچھ بھی آپ کے دل سے نکلے اور جس زبان میں بھی آپ مانگ سکیں، مانگتے رہیں۔

حجرِ اسود کا بوسہ دینے کے لیے جو ہجوم اور دھکا پیل لوگ کرتے ہیں یہ ایک ناروا فعل ہے، بلکہ اس میں ایک دوسرے کی جو سخت مزاحمت کی جاتی ہے وہ توجہ کو ضائع کرنے والی حرکت ہے۔ خصوصاً عورتوں کا اس دھکا پیل میں گھسنا تو بالکل ہی ناجائز ہے۔ شریعت نے آپ پر یہ لازم نہیں کیا۔ بس یہ کہ آپ حجرِ اسود کو بوسہ ہی دیں۔ یہ کام اگر مزاحمت کے بغیر نہ ہو سکتا ہو

تو ہر جگہ کے خاتمہ پر حجر اسود کے سامنے پہنچ کر اُس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرنا اور اپنے ہاتھ ہی کو چوم لینا شرعاً بالکل کافی ہے۔

جس طواف کے بعد سعی کرتی ہو اس میں اضطباع اور رمل بھی کیا جاتا ہے۔ اضطباع یہ ہے کہ احرام کی چادر کو سیدھے ہاتھ کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لیا جائے اور دایاں شانہ کھلا رکھا جائے۔ اور زل یہ ہے کہ پہلے تین طواف شانہ ہلا ہلا کر چھوٹے چھوٹے قدم ڈالتے ہوتے ذرا تیزی کے ساتھ کیے جائیں۔ یہ دراصل اس واقعے کی یادگار ہے کہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراداد کے مطابق جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ عمرہ کرنے کے لیے مکہ معظمہ شریف گئے تھے تو کفار مکہ نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ مدینے کی آب و ہوائ نے مسلمانوں کو کمزور کر دیا ہے۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ پہلے تین طوافوں میں اضطباع اور رمل کریں تاکہ کفار کے سامنے اہل اسلام کی طاقت کا مظاہرہ ہو۔ اسی یادگار کو آج تک باقی رکھا گیا ہے۔ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ بندے کا اگر کرچلنا ویسے تو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے، مگر جب اُس کے دشمنوں کے سامنے اسلام کی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے لیے یہ چال اختیار کی جائے تو پھر یہی چال اللہ کو محبوب ہو جاتی ہے۔

مقام ابراہیم | طواف سے فارغ ہونے کے بعد آپ مقام ابراہیم پر پہنچتے ہیں اور وہاں دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں۔ اس مقام پر چوتھڑا بی بی تچھر جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی دیواریں اٹھائی تھیں، پھر اسی پر کھڑے ہو کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس دیوان و سنسان مقام پر تمام خلق کو حج کے لیے پکارا تھا اور اتنی پکار کے جواب میں آج آپ بیک بیک کہتے ہوئے یہاں آتے ہیں۔ پہلے یہ تچھر خانہ کعبہ کی دیوار سے متصل رکھا ہوا تھا۔ بعد میں اسے موجود مقام پر رکھ دیا گیا۔ اس مقام کے متعلق اللہ کا حکم ہے کہ اسے نماز کی جگہ بنا لو۔ **وَأَقْبِلُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُسَبِّحِينَ**۔ طواف کعبہ کے بعد یہ دو رکعتیں اسی فرمانِ خداوندی کی تعمیل میں پڑھی جاتی ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ بات بھی آپ کے علم میں رہنی چاہیے کہ تمام دنیا کے لیے قبلہ مسجد حرام ہے، اور مسجد حرام میں نماز پڑھنے والوں کے لیے قبلہ خانہ کعبہ ہے، اور مسجد حرام کی نماز باجماعت کے لیے امام کا قبلہ وہ مقام ہے جہاں سے حضرت ابراہیمؑ نے دنیا کو حج کے لیے پکارا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ خود بھی اسی مقام پر کھڑے ہو کر کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے، اور آج بھی حرم کی نماز باجماعت کا امام اسی جگہ کھڑا ہوتا ہے۔

سعی بین الصفا والمروہ | مقام ابراہیمؑ پر دو رکعت نماز ادا کرنے اور منہ زمزم پر دعا کرنے کے بعد آپ زمزم پر آتے ہیں اور اس کا پانی پیتے ہیں۔ پھر عمرے کی تکمیل کے لیے صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی کرتے ہیں۔ یہ سب کام آپ غفلت و بے خبری کے ساتھ نہ کریں بلکہ اپنے دل میں سوچیں کہ یہ زمزم کیا جگہ ہے جہاں آپ کھڑے ہیں، یہ پانی کیسا ہے جسے آپ پی رہے ہیں، یہ صفا کیسی پہاڑی ہے جس سے آپ سعی کی ابتدا کرتے ہیں اور یہ سات چکر کیسے ہیں جو آپ صفا اور مروہ کے درمیان لگاتے ہیں۔

حضرات! ان میں سے ہر مقام اپنی ایک تاریخ رکھتا ہے اور اس تاریخ کے اندر ایک درس عبرت ہے۔ آج بیت اللہ اور زمزم اور مقام ابراہیمؑ جہاں واقع ہیں، ٹھیک یہی جگہ ہے جہاں آج سے چار ہزار برس پہلے حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام اپنی بیوی حضرت ہاجرہ، اور اپنے شیر خوار بچے حضرت اسماعیلؑ کو صرف ایک مشکیزہ پانی اور ایک تھیلہ کھجوروں کا دے کر بالکل یکہ ذلتہا چھوڑ گئے تھے۔ یہاں کوئی پانی نہ تھا۔ کوئی غذا کا سامان نہ تھا۔ فوراً کوئی بستی نہ تھی۔ اور بظاہر یہ دونوں مالی نہ تھے اس سلسلہ وادی میں قطعی بے سہارا تھے۔ حضرت ابراہیمؑ جب انہیں چھوڑ کر واپس جانے لگے تو حضرت ہاجرہ ان کے پیچھے چلیں بار بار پوچھتی تھیں کہ آپ ہمیں کہاں چھوڑے جارہے ہیں، مگر وہ خاموش چلے جارہے تھے۔ آخر حضرت ہاجرہ نے پوچھا کہ یہ کونسا مقام ہے کہ آپ اللہ کے حکم سے گر رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔ اس پر حضرت ہاجرہ نے کہا، اگر یہ بات ہے تو اللہ تعالیٰ ہمیں ضائع نہ ہونے دے گا۔ پھر وہ پورے اطمینان کے ساتھ اللہ کے بندوں کے لیے اپنے بچے کے پاس آکر بیٹھ گئیں۔ حضرت ابراہیمؑ جب اس

وادی سے نکلنے لگے تو پلٹ کر انہوں نے وادی کی طرف رُخ کیا اور اللہ سے دعا مانگی کہ:

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ
الْمَحْرُومِ، رَبَّنَا لِيُثَبِّتُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي
إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ۔ (ابراہیم: ۳۷)

”اے پروردگار! میں نے اپنی نسل کا ایک حصہ ایک بے آب و گیاہ وادی
میں تیرے محترم گھر کے قریب لاسایا ہے۔ اے پروردگار، یہ میں نے اس لیے کیا
ہے کہ یہ یہاں نماز قائم کریں پس وایسا کر کہ لوگوں کے دل ان کی طرف کھینچیں اور
ان کو پھیلوں سے رزق دے تاکہ یہ شکر گزار رہوں۔“

دیکھیے، کیا شانِ تسلیم و رضا اور کیا شانِ توکل علی اللہ تھی اُس شوہر اور باپ کی جس نے
المذرب العظیم کا اشارہ پاتے ہی اپنی بیوی اور بچے کو ٹھنڈے دل سے اس بے آب و گیاہ
وادی میں لا کر چھوڑ دیا۔ اور کس درجے کا یقین و اعتماد اپنے خدا پر تھا اُس خاتون کو جو یہ
معلوم ہو جانے کے بعد بالکل مطمئن ہو گئی کہ اسے اور اس کے ننھے بچے کو اللہ کے حکم سے
یہاں یکہ و تنہا چھوڑا جا رہا ہے۔

جب پانی اور کھجوروں کا ذخیرہ ختم ہو گیا اور دونوں ماں بچے بھوک پیاس سے
ترپنے لگے تو حضرت ہاجرہ اس زمزم کے مقام پر بچے کو لٹا کر صفا کی پہاڑی پر پہنچیں تاکہ چاروں
طرف نگاہ ڈال کر دیکھیں کہ کہیں کوئی مدد کرنے والا ہے؟ پھر صفا سے اتر کر مزوہ کی طرف دوڑیں
اور اس پر چڑھ کر پھرا انہوں نے چاروں طرف دیکھا کہ شاید کوئی مدد کرنے والا نظر آئے۔ اس طرح
ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان وہ مسلسل سات دفعہ دوڑیں۔ آخری مرتبہ جب وہ مردہ پڑھیں
تو انہوں نے ایک آواز سنی۔ یقین نہ آیا کہ یہ واقعی کسی کی آواز ہے پھر کان لگا کر سنا اور وہی
آواز آئی۔ زمزم کی طرف دیکھا جہاں بچے کو لٹا کر گئی تھیں تو ایک شخص نظر آیا جو دراصل اللہ کا
فرشتہ تھا۔ اُس نے زمین پر پاؤں مارا اور یکایک ایک چشمہ نکل آیا۔ پھر اس نے حضرت ہاجرہ

کہا، اے عینان رکھو، اللہ تمہیں ضائع کرنے والا نہیں ہے، یہاں اللہ کا گھر بننے والا ہے جسے تمہارا یہ لڑکا اور اس کا باپ تعمیر کرے گا۔

حضرات، اسی واقعہ کی یاد گاریہ سعی بین الصفا والمروہ ہے جو آج عمرے اور حج میں کی جاتی ہے۔ حضرت ہاجرہ نے صفا سے سعی کی ابتدا کی تھی، اس لیے ہماری سعی بھی اسی سے شروع ہوتی ہے۔ انہوں نے سات چکر لگاتے تھے، اس لیے ہم بھی سات چکر لگاتے ہیں۔ انہوں نے سعی کے بعد آکر پانی پیا تھا، کیونکہ اس سے پہلے یہاں پانی موجود نہ تھا۔ ہم سعی سے پہلے اللہ تعالیٰ کے معجزے سے پیدا ہونے والا یہ پانی پیتے ہیں، کیونکہ اب وہ موجود ہے۔ یہ سارے کام جو حضرت ہاجرہ کے اُس فعل کی نقل کے طور پر کیے جاتے ہیں، ان کی اصل روح یہ ہے کہ ہم اپنے اندر وہی تقسیم و رضا، وہی توکل علی اللہ اور وہی یقین و اعتماد پیدا کرنے کی کوشش کریں جس کا حیرت انگیز مظاہرہ حضرت ابراہیم اور حضرت ہاجرہ نے کیا تھا۔ ہمیں جب یہ معلوم ہو جاتے کہ کسی کام کا حکم اللہ جل شانہ کی طرف سے ہے تو پھر کوئی خطرہ اور کوئی اندیشہ ہمیں اس کی تعمیل سے باز نہ رکھ سکے۔ ہم پورے یقین کے ساتھ اس بھر دے پر چھلانگ لگا دیں کہ جس خدا نے اس ظاہری خطرے میں کود جانے کا ہمیں حکم دیا ہے وہ ہمیں ضائع کرنے والا نہیں ہے۔ ہماری بھلائی اُسی کام میں ہے جس کا اُس نے حکم دیا ہے۔ یہ درس جس نے بھی یہاں سے حاصل کر لیا وہ آب زمزم پینے اور صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے کے سارے روحانی فوائد لوٹ لے گیا۔

یہ بات بھی جان لیجیے کہ ان مناسک کو ادا کرتے ہوئے بھی اللہ کا ذکر اور اس سے دعا کا سلسلہ برابر جاری رہنا چاہیے۔ آپ زمزم کا پانی پییں تو اللہ سے دعا کریں کہ

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ رِزْقًا وَاسِعًا، وَعِلْمًا نَافِعًا، وَشِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ

”خدا یا، میں تجھ سے فراخ روزی، نفع بخش علم، اور ہر بیماری سے شفا مانگتا ہوں“

صفا پر چڑھیں تو کہنے کی طرف رخ کر کے کہیں :

اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ عَلَى مَا هَذَا
الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى مَا أَوْلَانَا، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ
وَلَهُ الْحَمْدُ، يُجِبِّي وَيُمِيتُ، بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ - لَا
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ، لَا شَرِيكَ لَهُ، أَنْتَجَزَ وَعْدُهُ وَلَصَرَ عِدَّةً، وَهَزَمَ
الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ - لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ، مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ
فَوَكَّلْنَاهُ الْقَائِمُونَ -

”اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اور اسی کے لیے ساری تعریف ہے۔ ہم اللہ کی بڑائی کرتے ہیں اس شکر میں کہ اُس نے ہمیں ہدایت بخشی اور اُس کی تعریف کرتے ہیں اُن احسانات پر جو اس نے ہم پر کیے ہیں۔ اللہ وحدہ لا شریک کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کے لیے حمد ہے، وہی بھلاتا اور مارتا ہے، اسی کے اختیار میں بھلائی ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ کوئی معبود کیسے اللہ کے سوا نہیں ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کی اور سارے جنتوں کو اسی کیلئے نئے شکست دے دی۔ کوئی معبود اللہ کے سوا نہیں، ہم اُسی کی بندگی کرتے ہیں اپنے دین کو اُس کے لیے خالص کر کے، خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔“

یہی کچھ آپ مروہ پر بھی کہیں، اور صفا و مروہ کے درمیان چلتے ہوئے یہ دعا کہتے جاتیں کہ

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ عَمَّا تَعْلَمُ، إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ
 مدد سے رب، بخش دے اور رحم کر، ہمارے اُن سارے قصوروں سے درگزر
 فرما جو تیرے علم میں ہیں، تو سب پر غالب اور بڑا کریم ہے۔“

حج | آٹھویں ذی الحجہ کی صبح کو تمام حاجی مکہ معظمہ سے حج کے لیے نکلتے ہیں، اور جن لوگوں نے تمسّیح کرتے ہوئے عمرے کے بعد احرام کھول لیا تھا وہ بھی نئے عمرے سے احرام باندھ بیٹے ہیں۔ اب اصل حج شروع ہوتا ہے۔ یہ لاکھوں احرام بند حاجی بیک وقت مکے سے چل کر تبیک تبیک کہتے ہوئے ۸ ذی الحجہ کو منیٰ جا اترتے ہیں۔ پھر یہی مجمع عظیم ۹ ذی الحجہ کی صبح کو بیک وقت بیک تبیک کہتا ہوا چلتا ہے اور حدودِ حرم سے باہر جا کر عرفات کے میدان میں پڑاؤ ڈال دیتا ہے۔ پھر اسی روز شام کو یہ پورا مجمع اٹھتا ہے اور تبیک تبیک پکارتا ہوا مزدلفہ جا اترتا ہے۔ پھر ۱۰ ذی الحجہ کو طلوعِ آفتاب سے پہلے پہلے حاجیوں کا یہ سیلاب تبیک کہتا ہوا اٹھتا ہے اور منیٰ واپس پہنچ جاتا ہے۔ پھر یہ سب لوگ تبیک کہتے ہوئے جمرہ عقبہ کی طرف چلتے ہیں اور اس پر سات کنکریاں مارتے ہیں۔ پھر یہ لوگ منیٰ ہی میں قربانی کرتے ہیں۔ پھر سب عمرے کے بال منڈواتے یا ترشواتے ہیں۔ پھر جوق در جوق مکہ معظمہ پہنچ کر طواف اور سعی کرتے ہیں۔ پھر منیٰ واپس ہو کر دو دن یا تین دن قیام کرتے ہیں اور ان ایام میں ہر روز تینوں جمروں پر رمی کرتے ہیں۔ یہی اعمال ہی جن کا نام حج ہے۔

جو لوگ عبادت کے معنی اور حج کی حقیقت کو نہیں سمجھتے وہ حیران ہو کر سوچنے لگتے ہیں کہ آخر یہ کیسی دوڑ دھوپ ہے جس کے لیے دنیا بھر سے کھینچ کر لاکھوں آدمیوں کو بلا یا جاتا ہے؟ اور یہ کیا عبادت ہوتی کہ مکہ سے اٹھے اور منیٰ پہنچ گئے، وہاں سے اٹھے اور عرفات جا بھڑے، پھر چلے اور مزدلفہ میں رات گزار دی، پھر منیٰ پہنچے اور وہاں ایک پتھر کو کنکریاں مار دیں؟ لیکن آپ ذرا سمجھنے کی کوشش کریں تو آپ پر یہ حقیقت کھل جائے گی کہ اس ساری دوڑ دھوپ میں جو زحمت آدمی کو پیش آتی ہے، جو تکلیفیں اس کو اٹھانی پڑتی ہیں، جس مشقت اور بے آرامی سے اس کو سابقہ درپیش ہوتا ہے، جس طرح وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بے ٹھکانہ ہونا چلا جاتا ہے، اللہ کی راہ میں یہی سب کچھ برداشت کرنا تو اصل عبادت ہے۔ عمرے میں طواف و سعی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا، کیونکہ وہ فرداً فرداً کیا جاتا ہے۔ ایک فرد کے لیے

ایک دن عرفات جا ٹھیرنا، ایک رات مزدلفہ میں گزار دینا اور دو چار روز منیٰ میں ٹھیر جانا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اسی لیے عمرہ کرنے والے کو ان کاموں میں سے کوئی کام بھی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ لیکن حج میں لاکھوں آدمیوں کو ایک وقت یہ دوڑ دھوپ کرنی ہوتی ہے جس سے کوئی ٹبرے سے بڑا صاحب ثروت آدمی بھی زحمتیں اٹھاتے اور آسائشوں سے محروم ہوتے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حج کی اجتماعی عبادت میں طواف و سعی سے زائد یہ مناسک رکھے گئے ہیں۔ اس سے مقصود ہر بندہ مومن میں یہ کیفیت پیدا کرنا ہے کہ وہ اللہ کی رضا کے لیے ہر آسائش سے دستکش ہونے اور اس کی راہ میں ہرزحمت اٹھانے کے لیے تیار ہو جاتے۔ یہی اللہ پر ایمان لانے کا تعاضل ہے۔ یہی بندگی کے معنی ہیں۔ اور یہی اس عبادت کی روح ہے۔ اس عبادت کے دوران میں جو شخص ان ساری تکلیفوں کو پورے اطمینان اور قلب و دوح کی پوری مسرت کے ساتھ قبول کرتا ہے، اور اپنے ساتھ کے حاجیوں کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں کرتا، بلکہ سخت کشمکش کے مواقع پر بھی صبر و ضبط سے کام لیتا ہے اور خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو آرام پہنچاتا ہے وہ حج کا ثواب لوٹ لیتا ہے۔ اور اس کے برعکس جو شخص اپنی ہر بے آرامی پر چین بھیس ہوتا ہے، ہرزحمت پر کبیدہ خاطر ہوتا ہے اور ساتھ کے حاجیوں سے اپنے آرام کی خاطر فراحت کرتا اور لڑتا جھگڑتا ہے وہ حج کے ثواب کو ضائع کر دیتا ہے۔ اس بے چارے کے حصے میں خالص مشقت ہی رہ جاتی ہے۔ آجر ہوا میں اڑ جاتا ہے۔

یہ بات بھی ملحوظ رکھیے کہ حج کے ان اعمال کو ادا کرتے وقت آپ خواہ کچھ بھی نہ پڑھیں اور وقت پر نماز ادا کر دینے کے سوا کوئی دوسرا عمل نہ کریں، تب بھی حج پورا ہو جائے گا اور بچائے خود حج کا جو ثواب ہے وہ آپ کو مل جائے گا۔ مگر یہ قسمت ہے وہ شخص جسے اللہ سے مقرب حاصل کرنے کا یہ نادر موقع نصیب ہوا اور وہ زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کرنے کی کوشش نہ کرے۔ مگر مغفہ سے نکلنے کے بعد یوم النحر کی پہلی رمی تک بہترین ذکر یہ ہے کہ آدمی زیادہ

سے زیادہ تلبیہ کرے اور اس شعور کے ساتھ کرے کہ میرا مولیٰ اب منیٰ بلارہا ہے تو میں حاضر ہوں، اب عرفات بلارہا ہے تو اس کے لیے بھی حاضر ہوں، اب مزدلفہ بلارہا ہے تو اس کے لیے بھی حاضر، اور اب رمی کے لیے منیٰ طلب کر رہا ہے تو اس کے لیے بھی حاضر۔ ہر مرتبہ لبیک کہتے ہوئے آپ محسوس کریں کہ رب العلیین کی طرف سے آپ کی طلبی ہو رہی ہے اور آپ اس کے جواب میں کہہ رہے ہیں کہ میں حاضر ہوں۔ اس احساس کے ساتھ جب آپ بار بار لبیک کہیں گے فوائد اللہ آپ کے دل میں ذوق و شوق کی وہ کیفیت پیدا ہوگی اور روح اس کے اندر وہ لذت پائے گی جس کے مقابلے میں ہر لذت بیچ ہو جائے گی۔

تلبیہ کے علاوہ بیچ بیچ میں کثرت سے اللہ کی حمد اور تکبیر و تہلیل کرتے جاؤ گے کثرت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ کثرت سے اپنے حق میں، اپنے والدین کے حق میں، اور سب مومنین و مومنات کے حق میں دعائے مغفرت کیجیے۔ اور خاص طور پر عتوبہ عرفہ کے آخری وقت میں اور قیام مزدلفہ کی رات میں تو اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اللہ کے ذکر اور دعا و استغفار میں صرف کر دیجیے۔ پھر آیات تشریف میں منیٰ کے قیام کا زمانہ فضول مشاغل میں نہ ضائع کیجیے، بلکہ اسے خیر اور صلاح کی تبلیغ میں، دنیا بھر سے آتے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ روابط پیدا کرنے میں، اور اعلائے کلمۃ الحق کی فکر و سعی میں صرف کیجیے تاکہ حج کے مہمانی و اخلاقی فوائد کا کوئی پہلو آپ سے چھوٹنے نہ پائے۔

یہ ہیں حج کے معنی اور یہ ہے اس کو ادا کرنے کا صحیح طریقہ۔ میری دعا ہے کہ اللہ بخیر اور آپ سب کو یہ فرضیہ ٹھیک، ٹھیک اس کی اصل روح کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔